لطیفہ ۴۱

توکل، تسلیم و رضا اور روزی کمانے کے بیان میں
اس لطیفے میں خوف اور امید کا ذکر بھی ہے

قال الاشرفؒ

التوکل ھو تفویض الا مورالی اللہ تعالیٰ ۔ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسۡبُہٗ [۱] سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ توکل (درحقیقت اپنے) معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے (اللہ فرماتا ہے) اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ توکل کے معنی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کرنے کے ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ جس شخص کو وثوق واعتماد ہوتا ہے اسے حق تعالیٰ کی عنایت کافی ہے۔ التوکل ثقة باللہ یعنی توکل اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار ہونا ہے۔ شعر:

و کلت الی المحبوب امری کلہ
فان شاء احیا وان شاء تلفاً

ترجمہ: میں نے اپنے تمام امور محبوب کے سپرد کر دیے ہیں پس اگر چاہے تو زندہ رکھے چاہے ہلاک کر دے۔

توکل کی تین نشانیاں ہیں:

(۱) سوال نہ کرے (۲) جب غیب سے کشائش ہو تو رد نہ کرے۔ (۳) اگر حاصل کرے تو ذخیرہ نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ درحقیت متوکل وہ شخص ہوتا ہے جس کی نظر اسباب پر نہ ہو بلکہ اسباب پیدا کرنے والے پر ہو۔ تمام ظاہری اور باطنی امور میں اسباب کی طرف متوجہ ہونا توکل کے خلاف ہے۔ (پس) جو شخص توکل کے باغ میں چلنا پھرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ (اس باغ میں) پھول کی خوشبو یا کانٹے کی چبھن جو بھی میسر ہو، ہر ایک میں

---

[۱] یہ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ہے۔ پارہ ۲۸، سورہ الطلاق، آیت ۳۔

اسباب پیدا کرنے والے کی خوش بو سونگھے۔ بیت

ترا وقتے بود روزی توکل
کہ خارِ خشک رابینی تو گُل [1]

ترجمہ: اے سالک تجھے توکل کی نعمت اس وقت نصیب ہوگی جب تجھے خشک کانٹے میں بھی پھول کی چمک نظر آنے لگے۔

بعضے مشایخ نے توکل کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

اوّل: متیقّنِ جو یقین رکھتا ہے کہ روزی ہے، پہنچنے والی ہے **کما قال علیه السلام رزق العوام فی یمینهم و رزق الخواص فی یقینهم** یعنی جیسے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا، عوام کا رزق ان کے دائیں ہاتھ میں ہے اور خواص کا رزق ان کے یقین میں ہے۔

دوم: غالب جو زیادہ تر جانتا ہے کہ جو کچھ روزی ہے پہنچنے والی ہے۔ تھوڑی دیر میں رزق ضرور پہنچے گا۔

سوم: استوالطرفین جس کا دل رزق کے ہونے یا نہ ہونے پر یکساں حالت میں رہے۔

چہارم: مغلوب جو غالب کے برعکس ہوتا ہے (یعنی روزی کے بارے میں بے چین رہتا ہے)۔

حضرتؒ قوت القلوب [2] سے نقل فرماتے تھے، **حقیقة التوکل الفرار من التوکل ای قطع الاسباب مع اطمینان القلب بغیر تردد وقیل التوکل ترک تدبیر النفس وعن بعض الحکما انه قال مثل التقویٰ کمثل کفی المیزان والتوکل لسانه وبه یعرف الزیاده و النقصان** یعنی توکل کی حقیت توکل سے فرار ہے یعنی کسی تشویش کے بغیر، اطمینانِ دل کے ساتھ اسباب سے بے تعلق ہوجانا اور بعض کے نزدیک توکل یہ ہے کہ نفس کی تدبیر کو ترک کردیا جائے اور بعضے حکما کا قول ہے کہ تقویٰ اور یقین کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور توکل ان کی زبان ہے جس سے بیش وکم کا پتہ چل جاتا ہے۔

حاتم [3] سے لوگوں نے دریافت کیا آپ کہاں سے کھاتے ہیں، فرمایا **وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰت وَالْاَرْضِ ولٰکِنَّ**

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۲) اور خطی نسخے (ص ۶۲۴) دونوں میں دونوں مصرعوں میں ''توکل'' نقل ہوا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ایک ہی قافیہ لانا خلاف اصول ہے۔ علاوہ ازیں دونوں مصرعوں میں توکل کا قافیہ برقرار رکھا جائے تو دوسرے مصرعے کے کوئی معنی ہی برآمد نہیں ہوتے۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ دوسرا مصرع یوں ہوگا ......کہ خارِ خشک رابینی تو گل...... اسی قیاس تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] قوت القلوب۔ تصوف کی اہم ترین تصنیفات میں سے ہے۔ اس کے مصنف ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی المکی م ۳۸۶ھ تھے۔ کتاب کا پورا نام ''قوت القلوب فی معاملة المحبوب'' ہے۔

[3] مطبوعہ نسخے میں ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔ شاید ابوعبدالرحمٰن حاتم اصم، م ۲۳۷ھ مراد ہیں۔

الْمُنٰفِقِیْنَ لَایَفْقَهُوْنَ [1] (ترجمہ: اور اللہ ہی کی ملک میں، آسمانوں اور زمینوں کے (سب) خزانے مگر منافق نہیں سمجھتے۔) حقیقی توکل یہ ہے کہ (بندہ) یہ یقین کرلے کہ بخشش اور ممانعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور (وہ) دائمی مہربان غافل نہیں ہے۔ تمہارا گمان یہ ہے کہ رزق کے بغیر چارہ نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رزق کو تمہارے بغیر چین نہیں ہے۔ بیت:

بد نبال روزی چہ بایددوید
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

ترجمہ: روزی کے پیچھے کیوں دوڑتا پھرتا ہے تو ایک جگہ جم کے بیٹھ جا، روزی خود بخود تیرے سامنے آئے گی۔

قیل الرزق رزقان، رزق یاتیه و رزق یاتیک یعنی کہا گیا ہے کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ وہ رزق جس کے پاس تو آتا ہے اور وہ رزق جو تیرے پاس آتا ہے۔ عمدہ رزق وہ ہے کہ گھر بیٹھے ہوئے شخص کو رزق پہنچ جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادیؒ) حضرت رابعہؒ کے ہاں ملاقات کے لیے آئے۔ حضرت رابعہؒ نے دریافت کیا کہ اے جنید آپ کے رزق کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ اگر (اللہ تعالیٰ) دیتا ہے تو کھالیتا ہوں اگر نہیں دیتا تو قانع رہتا ہوں۔ رابعہؒ نے کہا کہ ہماری گلی کے کتوں کی بھی یہی خاصیت ہے۔ (اس پر جنیدؒ نے) کہا، فرمایئے کہ پھر کیا کروں؟ [2] بیت:

اگر نداد بکن شکر کاندراں خیرست
اگر بدادت بر بندگاں بکن ایثار

ترجمہ: اگر (رزاق حقیقی نے روزی) نہیں دی تو شکر ادا کر کہ اس میں خیر کا پہلو ہے۔ اگر تجھے (روزی) عطا ہوئی ہے تو اسے بندگان الٰہی پر ایثار کر۔

پیر ہری [3] نے فرمایا، ہاتھ کو متحرک رکھ تا کہ تو کاہل نہ ہوجائے۔ روزی کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ جان تا کہ کافر نہ بن جائے

---

[1] پارہ ۲۸۔ سورہ المنفقون، آیت ۷

[2] اس واقعے سے متعلق تاریخی احتمال یہ ہے کہ رابعہ بصریؒ کا وصال بقول ابن خلکان ۱۳۵ ہجری یا ۱۸۵ ہجری میں ہوا۔ دیگر کتب تصوف میں اس روایت میں حضرت حسن بصری اور سفیان ثوری علیہ الرحمہ کا نام ہے۔ ''نجوم الزاھرہ'' میں رابعہ بصریؒ کی وفات ۱۸۰ ہجری میں بتائی گئی ہے۔ مولانا جامی نے حضرت جنید بغدادی کی وفات ۲۹۷ھ تحریر کی ہے۔ اگر رابعہ بصریؒ کی وفات ۱۸۵ ہجری میں اور جنید بغدادیؒ کی عمر ۱۱۰ سال فرض کی جائے تو ان کی ولادت حضرت رابعہ بصریؒ کی وفات کے بعد ہوئی ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں '' تاریخ تصوف در ایران'' جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ ش صص ۳۱ اور ۴۹۔ احقر مترجم کا قیاس ہے کہ اصل روایت میں کسی اور بزرگ کا ذکر ہوگا لیکن صدیوں تک نقل در نقل کے باعث حضرت جنید بغدادی کا نام شامل ہوگیا۔ واللہ اعلم

[3] پیر ہری سے غالباً خواجہ عبداللہ انصاری ہرویؒ (م ۴۸۱ ہجری) مراد ہیں۔

ہاتھ کو حرکت دینے سے مراد یہ ہے کہ تو اندھیری رات میں بستر سے اٹھ جائے، وضو کرے اور نوافل ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تسلیم کے معنی سپرد کرنا ہیں اور سپرد کرنے والے کو مالک ہونا چاہیے تا کہ سپرد کرنے کا فعل درست ہو۔ خلیل اللہ (علیہ السلام) نے کہا، **اسلمت لرب العلمین** (ترجمہ: میں نے اپنی گردن رکھ دی تمام جہانوں کے رب کے لیے) اس سپردگی کا بدلہ یہ تھا کہ فانی گھر گی[۱] (دنیا کی) فانی آگ جو مخلوق کی سلگائی ہوئی تھی خلیل اللہؑ پر ٹھنڈی ہوگئی اور یہ جو کہا وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ[۲] (اور میں اپنا (سب) معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔) اس تفویض کا بدلہ یہ ملا کہ دارِ بقا کی باقی رہنے والی آگ جسے اللہ نے سلگائی ہے حضرت رسالت علیہ السلام کے غلاموں پر ٹھنڈی ہوگئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خود کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا یہ ہے کہ نعمت ہو یا مصیبت اس کی طرف سے جانے۔ ایک سے خوش اور دوسرے سے غمگین نہ ہو ورنہ حضوری کی کیفیت سے حجاب میں جا گرے گا کیوں کہ سپردگی حق کے ساتھ دل کا قرار ہے اور اس کی معرفت میں سچا ہونا ہے کہ مصیبت اور نعمت دینے والا صرف اللہ ہے۔ بیت:

بگزاشتہ ام مصلحتِ خویش بدو
گر بکشد و ور زندہ کند او داند

ترجمہ: ہم نے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے ہیں۔ اب مارے یا جلائے یہ وہی جانے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سپردگی اور ترکِ مداخلت بندگی کی علامت ہے۔ غلام کو آقا کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ ایسا تصرف آقا کے حکم کی خلاف ورزی کے ضمن میں آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل لَّآ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعاً وَّلَا ضَرّاً اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَلَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوۡءُ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ۝[۳]

فرما دیجیے میں اپنی جان کے لیے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا مگر (اس کا) جو اللہ چاہے اور اگر (تعلیم حق کے بغیر) میں غیب جانتا تو یقیناً (بذاتِ خود) بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو (اللہ کی طرف سے) محض ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ وہ عزیز بندہ جس سے مسبب (اللہ تعالیٰ) اسباب لے لیتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا کا منتظر رہتا ہے اور ہر صورت حال میں کسی قسم کی تدبیریں اختیار نہیں کرتا کہ **الآفۃ فی التدبیر والسلامۃ فی التسلیم** یعنی

---

[۱] مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۳) کی عبارت یہ ہے: ''سرد شدن آتش فانی بدار البقا کہ موقدش مخلوق بود'' اس عبارت میں ''بدار البقا'' سہو کتابت ہے یہاں ''بدار الفنا'' ہونا چاہیے تا کہ بعد کی عبارت کے مطابق ہو جائے۔ اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[۲] پارہ ۲۴۔ سورۂ المومن، آیت ۴۴ [۳] پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۸۸۔

تدبیر میں آفت ہے اور سپردگی میں سلامتی ہے۔ قطعہ

سلامت آں کسے باشد کہ درراہ
مسلّم باشدش ارشاد تسلیم
بباد اوبود حرکات سکنات
نہادہ در تو ومیدانت تسلیم [1]

ترجمہ: راہِ سلوک میں وہ شخص سلامتی کے ساتھ گزرتا ہے جو تسلیم کے حکم کو مانتا ہے۔ جس کی حرکات وسکنات سپردگی کے اشارے کے مطابق ہوتی ہیں اور جس کی بنیاد اور میدان میں بجز سپردگی کچھ نہ ہو۔

بندے کی سپردگی قاطعِ مصیبت ہوتی ہے۔ مقام خلیل اللہ ہے۔ **حسبی من سوالی علمہ بحالی** یعنی مجھے میرے سوال سے کفایت ہے اس کا علم میرے حال کے ساتھ ہے۔ شعر:

علم تسلیم ہیچ دانی چیست
ارّہ بر سر نہند او تسلیم

ترجمہ: تجھے کچھ خبر ہے کہ علم تسلیم کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس کے سر پر آرہ چلائیں اور وہ جنبش نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر مشائخ نے ہمیشہ دست کاری کے ذریعے روزی کمائی ہے اور دل وجان سے اس پر عمل کیا ہے۔ متقدمین مشائخ اور علما نے ہاتھ سے روزی کمانے کا شغل اختیار کیا ہے اور باعث عزت گمان کیا ہے۔ ہندوستان میں روزی کمانے کو بدترین عادات اور ذلیل ترین اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے، اسی باعث بھیک اور محتاجی میں مبتلا کردیے گئے ہیں۔ انھیں اس کی خبر ہی نہیں ہے کہ اکثر انبیا کسی پیشے اور کسب سے منسوب رہے ہیں چنانچہ کسب کی توہین کو ایک قسم کا کفر کہا گیا ہے کیوں کہ وہ توکل کی وادی میں آخری حد تک پہنچنے میں ناکام رہے اگر لوگ روزی کمانے کا شغل اختیار کرتے ہیں تو جائز ہے بلکہ لازم ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، **فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ**۔ [2] (پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ)۔

نقل ہے کہ ایک شخص کا کنبہ بڑا اور معاش کے ذرائع کم تھے حضرت شبلی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر لوٹ جا اور اس فرد کو جس کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے اسے گھر سے نکال دے۔ وہ شخص شبلیؒ کے جواب سے متنبہ ہوا اور گوشۂ توکل میں بیٹھ گیا۔

---

[1] اس قطعے کا دوسرا شعر خطی نسخے (ص ۶۲۵) کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۴۳ پر چوتھا مصرع ''نہادہ در تو ومیدنت تسلیم'' نقل ہوا ہے۔ اس میں سہوِ کتابت کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال مترجم نے اس قطعے کا ترجمہ بہ تکلف کیا ہے لیکن مطمئن نہیں ہے۔

[2] پارہ ۲۸۔ سورۃ الجمعہ، آیت ۱۰

اربابِ توکل کی تمثیل میں ایک حکایت

نقل ہے کہ ایک جماعت خواجہ جنید قدس اللہ روحہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ہم تلاشِ رزق شروع کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمھارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلا دیا ہے تو یاد دلاؤ۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم مکان کے اندر توکل میں بیٹھ جائیں۔ فرمایا کہ تمھارے لیے یہ تجربہ مشکل ہوگا۔ انھوں نے عرض کی پھر حیلہ (بہانہ) کیا ہے؟ فرمایا حیلہ ترک کرنا ہی حیلہ ہے۔ قطعہ:

کزیں رہ می روی ہشیار می رو
تو نازِ نازنیناں راچہ دانی
بہ موسیٰ گو کہ برہر کو ہے تیغ است
ولے بر طور تیغِ لن ترانی

ترجمہ: تو راستے سے جارہا ہے ذرا ہوش کے ساتھ چل۔ تجھے نازنینوں کے ناز کی خبر نہیں ہے۔ (حضرت) موسیٰؑ سے کہو کہ ہر پہاڑ کی چوٹی پر تلوار ہے لیکن کوہِ طور پر لن ترانی (تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) کی تلوار ہے۔

عوارف[۱] میں اس گروہ کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں، جو اسباب کے ساتھ گزر بسر کرتے ہیں یا اسباب سے بچتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو فتوح اور رزق معلوم کی طرف جلد مایل نہیں ہوتا۔ نہ کسب کرتا ہے نہ سوال کرتا ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ کمائی ہوئی روزی سے پیٹ بھرتا ہے۔ کوئی فاقے کے وقت سوال کرتا ہے لیکن فاقہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص فاقے کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ جائے۔

وہب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر آسمان تانبا بن جائے اور زمین سیسے کی ہوجائے تو میں ہر حال میں رزق کا اہتمام کروں گا۔ لیکن اگر میرا رجحان صرف رزق کی طرف ہی رہے تو میں مشرک ہوجاؤں گا۔

ابوعلی رود باری فرماتے ہیں، اگر صوفی پانچ روز کے بعد یہ کہے کہ میں بھوکا ہوں تو **فالزموہ بالسوق ومروہ بالکسب** (اسے ملازم بازار کرو اور کسب کا حکم دو)

یہاں ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص روزی کمانا ترک کرے ذکر وفکر میں بیٹھ جائے یا اخلاص واستغراق کے لیے عبادت میں مشغول ہوجائے لیکن اس کے دل میں تشویش ہو، اور اس انتظار میں رہے کہ کوئی شخص آئے اور اس کے لیے کچھ لائے تو ایسے شخص کو ترکِ کسب روا نہیں ہے، البتہ وہ شخص جس کا دل قوی ہو اور حق تعالیٰ پر صبر وتوکل کرنے کی طاقت رکھتا ہو

---

[۱] عوارف۔ اس تصنیف کا پورا نام ''عوارف المعارف ہے، جسے شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) نے تحریر فرمائی ہے۔

ایسے شخص کے لیے ترکِ کسب بہتر ہے۔ اگر کسی کسی شخص کے دل میں یہ اضطراب ہے کہ کوئی شخص اس کے گھر آئے اور اسے کچھ دے تو یہ خیال بھی ایک قسم کا سوال ہے جو دل سے کیا گیا پس ترکِ سوال ترکِ سبب سے بہتر ہے۔

قال الخوف ذکر والرجا انس ومنهما یولد حقائق الایمان یعنی فرمایا کہ خوف ذکر ہے اور رجا (امید) محبت ہے، ان دونوں سے حقائقِ ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

ایضاً، الخوف جندمن جنود الله، لا یصح خوفه حتّٰی لا یخاف من الحسنات کما یخاف من السیأت پھر (فرمایا) خوف اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کوئی شخص نیکیوں سے ایسے ہی ڈرے جیسے برائیوں سے ڈرتا ہے۔ جس روز اخلاص سے نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو یا پاک حج ادا کیا ہو، اس روز زیادہ ڈرنا چاہیے۔ (دراصل) خوف ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔

خشیت[1] عبارت ہے خوف سے۔ اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (سفیان) ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ خوف حُزن ہے۔ جنید (بغدادیؒ) کا قول ہے کہ سانس کے شمار کے ساتھ عقوبت برداشت کرنا (خوف ہے) ابراہیم بن شعبانؒ نے فرمایا، جب خوف دل میں بیٹھ جاتا ہے تو شہوتوں کی جگہوں کو جلا دیتا ہے اور اس سے دنیا کی رغبت دور کردیتا ہے۔ بعضے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے دل کا لرزنا خوف ہے۔ کہا گیا ہے کہ خوف احکام کی متابعت سے دل کا قوی ہونا ہے۔ حاتم اصم کا قول ہے کہ ہر شے کے لیے زینت ہے، عبادت کی زینت خوف ہے۔ خوف کی علامت قصرِ امید ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ**[2] (تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو) خشیت عمل کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔[3] (اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔) جو شخص کسی شے سے ڈرتا ہے اس شے سے دور بھاگتا ہے (لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ جہاں کہیں خوف ہے دلیری نہیں ہے اور جہاں کہیں رجا (امید) ہے فرصت نہیں ہے۔ اگر اس کی (خوف کی) یا اُس کی (امید کی) دائمی قید میں رہے تو ایمان تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ **الایمان بین الخوف والرجا** (ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے) اس حقیقت کا بھید ہے۔

خوف اور امید پرندے کے دو پر ہیں۔ اگر اس پرندے کا ایک پر ناقص ہو تو ایک پر کی قوت سے اڑنے کی رفتار سست رہے گی جب تک دونوں پر یکساں اور برابر نہ ہوں۔ قطعہ:

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۴) میں طویل عربی عبارت مع فارسی ترجمے کے تحریر کی گئی ہے۔ احقر مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[2] پارہ ۴۔ سورۂ ال عمران، آیت ۱۷۵۔ [3] پارہ ۲۲۔ سورۂ فاطر، آیت ۲۸،

دو بالِ خوف ورجا مرغِ سالک از ہم زد
پر ید تابسرِ آشیانِ وحدت خویش
بریخت پرِّ ہوائے گریز، خانہ گرفت
کشاد بال و پر از بیضہائے کثرت خویش

ترجمہ: سالک پرندے نے خوف وامید کے دوپروں کوحرکت دی اور اپنے آشیانۂ وحدت کی طرف اڑا خواہشِ فرار (خوف) نے پرتوڑ دیا تو گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنی کثرت کے انڈوں (امیدوں) سے بال وپر کھولے۔

خوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے محفوظ نہ رہ سکے، وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ [۱] (اور میں انھیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے) دس امور مکر کی علامت ہیں۔ اوّل بے ذوق طاعت، دوم بغیر توبہ کیے گناہ کرتے رہنا، سوم دعا میں بے اطمینانی کی کیفیت، چہارم علم بے عمل، پنجم حکمتِ بے نیت۔ ششم احترام کے بغیر نیک بندوں کی صحبت، ہفتم بدلوگوں کی جانب رغبت، ہشتم بے اطمینانی، نہم اللہ کے آگے ایسی عاجزی جو یقین سے خالی ہو، دہم بندے کا غیر خدا پر بھروسا۔ آخر کی دو علامتیں سب سے بدترین ہیں۔

رجا کی علامت یہ ہے کہ بندہ طاعت میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید رکھے۔ دل کی قوت امید ہے۔ شیخ یحییٰ معاذ رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں میں سے سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید قائم رہے۔

لوگوں نے مالک بن دینار کوخواب میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انھوں نے کہا کہ میں اُس بارگاہ عالی میں بہت زیادہ گناہوں کے ساتھ حاضر ہوا، مجھے تمام گناہوں سے پاک کردیا گیا اُس یقین کی بنا پر جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ **انا عندظن عبدی** [۲] یعنی میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں اس حقیقت کا بھید ہے۔ حق تعالیٰ نے بشر حافی سے ان کی وفات کے بعد دریافت کیا کہ تو دنیا میں مجھ سے کیوں ڈرتا رہا، **ما علمت الکریم صفتی** (کیا تو نہیں جانتا کہ الکریم میری صفت ہے) شعر:

امید واراں دستے زوند مدام بدوست
اگر فرد گسلا نند در کہ آویزند

ترجمہ: امید وارانِ کرم ہمیشہ دوست کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اگر دوست کا ہاتھ چھوڑ دیں تو پھر کس کے سہارے رہیں گے۔

---

[۱] پارہ ۹۔ سورہ الاعراف، آیت ۱۸۳

[۲] مطبوعہ نسخے (ص۔ ۲۴۵) میں یہ حدیث قدسی اس طرح نقل کی گئی ہے، ''اَنا عَلیٰ ظَنّ عبدی'' لیکن یہ درست نہیں ہے۔ یہاں خطی نسخے کے مطابق نقل کی گئی ہے۔